

قیمت سالانہ ۳ر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نورافشان

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۴۸ | ہر ہفتہ بروز جمعہ لودیانہ سے شایع ہوتا ہے - ۲۳ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۷

گلدستۂ اخبار

اتحادیوں نے یافہ لے لیا ہے اور یروشلم کے قریب ہیں۔

ٹائمز کا ایک تار مظہر ہے کہ چینگ ہسن جلا وطن ہو جانے والا ہے۔

پریزیڈنٹ امریکہ نے امریکہ اور اتحادیوں کا پورا پورا اتحاد برابر تسلیم کر لیا ہے۔

امریکہ کا قومی فوج اپنی تیاریوں میں روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔

برٹش اور فرانسیسی دو میدانوں میں امریکہ کے توپخانے کی بھاری تیاریاں جارحانہ حملے کے لئے ہو رہی ہیں۔

پانگھاٹ وکٹوریہ کالج کے طلبا کو جو حال کے شورش میں شریک ہوئے تھے سخت سزائیں دی گئیں۔

مہاراجہ جام نگر نے بمبئی یونیورسٹی کا ریس کے لئے ۵ ہزار روپیہ دیا ہے۔

اور گونڈل کے ٹھاکر صاحب نے تین ہزار روپیہ دیا ہے۔

آور ڈے فنڈ میں حضور ویسرائے نے ۵ ۱/۲ ہزار اور لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ نے ایک ہزار روپیہ دیا ہے۔

فرانس میں ایک نیا جنگی قرضہ کھولا گیا ہے۔

برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ نے دس کروڑ اونس چاندی امریکن معدنیات سے خریدنے پر اتفاق کر لیا ہے اس میں سے امریکہ ۴ کروڑ اور برطانیہ عظمیٰ ۶ کروڑ اونس چاندی خریدے گی۔

برطانیہ کے حصہ میں سے ۵ لاکھ اونس چاندی ماہواری ہندوستان میں مسکوک ہوگی۔

منگل کے روز حضور ویسرائے اور وزیر ہند کی خدمت میں صوبجات متحدہ کے ایوان تجارت اور انجینئرنگ مہاسبھا کا وفد پیش ہوا۔

بدھ کے روز پانچ ڈیپوٹیشن ویسرائے اور وزیر ہند کے روبرو پیش ہوئے سبھوں سے باخلوص ملاقات کی گئی۔ ڈاکخانہ جات اور تار برقیات کے ڈائرکٹر جنرل ان محکمہ جات کے متعلق سماعت کے مطابق عرض میں جا رہے ہیں۔

جرمن اور آسٹروی اخبارات تسلیم کر رہے ہیں کہ اٹلی پر حملہ کرنے کا مقصد بر نہیں آیا۔ جرمن اب اٹلی میں مضبوط مدافعانہ خط بنانا چاہتے ہیں۔ جنرل سریل پر حملہ کرینگے۔

روس کے کاساکوں نے ایم کرنسکی کو گرفتار کرنا چاہا تھا مگر وہ بھیس بدلکر بھاگ گیا۔

حضور پرنس آف ویلز اب اطالوی محاذ پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔

تار برقیات

روسی میدان۔

روس کی حالت ابھی تک مبہم اور تاریک ہے۔ ایکسٹرا میسٹوں کا اپنا اخبار پیٹروگراڈ اور ماسکو میں ہوگیا ہے اور سر جارج بوکینن کے ساتھ برقی پیام رسانی کا تعلق از سر نو جاری ہوگیا ہے۔ مزدوروں کی طرف سے ایک مظہرنامہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں یہ مطالبہ ہے کہ تمام پولیٹیکل قیدی آزاد کر دیئے جائیں اور پولیٹیکل تخویف موقوف ہو جائے۔ پریس کو از سر نو آزادی مل جائے۔ جان و مال کی حفاظت ہو۔ اور میونسپلٹی میں کافی مسلح فوج رکھی جائے تاکہ امن اور صلح قائم رہے۔ ریلوں اور دیگر بے ترتیبوں کی وجہ سے خوراک اور جلد سرعت کے ساتھ کم ہوتا جارہا ہے۔ وزیر خزانہ کے افسروں نے میکالسٹول کے فنڈ سے خزانہ میں مدد دینے سے انکار کردیا ہے۔ سٹیٹ بنک کا ڈائرکٹر اور دو اسسٹنٹ ڈائرکٹر گرفتار کرلئے گئے تھے۔ مگر بعد میں رہا کر دیئے گئے۔ امریکن سفیر نے ایک ٹرین مانگی ہے تاکہ دو سو امریکنوں کو ہاربن میں لیجائے۔

پیٹروگراڈ میں بولشیویک فوج جس نے گچینا اور زارسکو سیلو کے درمیان ایم کرنسکی کے پندرہ سو کاسکوں کو شکست دی تھی۔ اس کی تعداد سولہ ہزار تھی۔ بکائف میں ایک سخت برباد کن جنگ ہوئی تھی۔ جو کئی مرتبہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں آتی رہی۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ کزنیج فوج جو گورنمنٹ کی حامی ہے وہ اب کالیف میں حکمران ہے۔ جنرل کلیدن کے کاسک علاقہ ڈون میں حکمران ہیں اور انہوں نے خارکوف اور روستوف کو گھیر لیا۔ اور ماسکو کے جنوب مغرب میں ویازما پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور دو ہزار کاسک بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

۱۰ نومبر کو ماسکو میں جنگ شروع ہوگئی ہے۔ گورنمنٹ کی فوج میں تین ہزار سپاہی تھے۔ اور تین توپیں بہت سی بندوقیں اور کئی ایک میکسم توپیں تھیں۔ قلعہ بند ایک لاکھ سپاہیوں میں سے پندرہ ہزار بولشیویکوں کی حمایت کی اور باقی ماندہ بارکوں میں رہے۔ فوجی انقلاب پسند کمیٹی کے پاس پندرہ توپیں ہیں جن سے وہ برابر شہر کے مرکز میں گولہ باری کرتے رہے۔ ۱۴ نومبر تک کل ۳ ہزار مارے گئے۔ جن میں پرامن سویلین بالخصوص تھے۔ کئی دن تک لاشیں دروازوں اور سیڑھیوں پر پڑی رہیں۔ ایک کتھیڈرل گولہ باری سے برباد کر دیا گیا۔ اور ایک گرجہ میں آگ لگا دی گئی۔

جنرل کلیدن کے کاسک جو دونیتز کی کوئلوں کی کانوں پر قابض ہیں۔ وہ پیٹروگراڈ کو منجمد ہو کر مار دینے کے قابل ہیں۔

میدان فلسطین۔

تخمینہ لگایا ہے کہ فلسطین میں ترکوں کی نصف فوج ہلاک ہوگئی ہے۔ یافہ اور رملیہ فتح ہوگئے ہیں یافہ پر سوار فوجوں نے قبضہ کیا اور لدہ میں انہوں نے ۳۰۰ آدمی گرفتار کرلئے۔ رملیہ ایک ایسے زرخیز علاقہ کا مرکز ہے جو نہایت ہی زیر کاشت ہے اور جس سے گنجان آبادی کی پرورش ہوتی ہے۔ ترکوں کی فراری ایسی سرعت کی تھی کہ شہر کو وہ کچھ نقصان نہ پہونچا سکے۔ ۱۵ نومبر کو ابو شوشہ پر شکست دشمنوں پر منزیوں نے ایسا کمال کے ساتھ کیا کہ انہوں نے کنارے کے زمین دیسار کو نہایت ہی درجہ میں ڈالا۔ چار سو لاشیں شمار کی گئیں اور تین سو آدمی گرفتار کرلئے گئے۔

جنرل ماڈ کی وفات

محکمہ جنگ اعلان کرتا ہے کہ ۱۸ نومبر کی شام کو تھوڑی مدت تک بیمار رہ کر جنرل ماڈ میسوپوٹامیہ میں فوت ہوگئے۔ مسٹر لائڈ جارج نے ہاوس آف کامنز میں جنرل ماڈ کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے میسوپوٹامیہ میں اُن کی قابل خدمات کی تعریف کی جہاں اُس نے اعلیٰ کمانڈ ہاتھ میں لی جبکہ وہ ابھی قط العمارہ کی ناکامی کی زد میں تھا۔ اُس نے اُن تمام مشکلات پر غلبہ حاصل کرلیا تھا۔ جو ہماری کوششوں کو متزلزل کر رہی تھیں۔ اور فوجوں کے جوش اور سرگرمی کو بلند مرتبہ تک پہونچا دیا تھا۔ اس نے مسلسل فتوحات حاصل کیں۔ اور مشرق میں ہماری پوزیشن کی محافظت کی۔ اور بغداد پر قبضہ کرلینے کے بعد اُس کا ایسا انتظام اور بندوبست کیا کہ اول درجہ کی شہرت اور نام پایا۔ ملک کو اپنے اس نہایت ہی شجاع اور جنگجو فرزند کے نقصان پر سخت افسوس ہے۔

اطالوی میدان

لندن سے ۲۰ نومبر کی خبر ہے کہ بے تار برقی کا ایک اطالوی نیم سرکاری مراسلہ مظہر ہے کہ مونٹ فرزا اور مونٹ رومبا چلا کے ذریعہ سے دشمن نے اس خط کے ہر موقعہ پر توصل حاصل کرلیا ہے جس پر کہ اطالوی قائم ہیں۔ متعدد مقامات پر دشمن نہایت گنجان کے ساتھ ڈٹا ہوا ہے۔ اور یہ بھی خبر ہے کہ توپ خانے اور رسد متفرق سمتوں میں جارہے ہیں۔ ایک نئی صورت حال وقوع میں آئی ہے۔ غالباً دشمن اس غرض سے کہ بازوؤں کو بہت جلد توڑ دے تاکہ اطالویوں کو گھیر لے بڑے پیمانہ پر حملہ کرنے کی نیت رکھتا ہے۔

ایپیفنی نوٹس

خدا کی بادشاہت یا اعلےٰ نیکی

(۳)

ہم قبل ازیں اس امر کی تعیین کر چکے ہیں۔ کہ خدا کی بادشاہت سے مراد ہمیشہ کی خوشی کی بادشاہت ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اس سے مراد دنیا کے مکمل تناسب میں محبت کی مقدس سلطنت ہے۔ پس اب یہ بتا دینا کافی ہوگا۔ کہ مبارک حالی و خوشی میں باہمی کیا تعلق ہے۔ تاکہ ان الفاظ کے غلط یا مبہم استعمال کا احتمال نہ رہے۔ اور نہ ہی آسمانی بادشاہت کو جو آنے والی ہے اس آسمانی بادشاہت کے ساتھ جو اس زمین پر ہے خلط ملط کر ڈالیں۔ ان دونوں قسموں کی خدا کی بادشاہت سے ایک ایسی مناسب اور مطابق حالت سمجھی جاتی ہے جو فی نفسہٖ پر از اطمینان ہو۔ لیکن یہ مبارک حالی اگرچہ اس زمینی زندگی ہی میں خدا کے ساتھ صلح اور خوشی کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو بھی اس کی حقیقی جگہ اور مناسب کرہ یا طبقہ آسمانی ہے۔ اور فوق العالم طبقات میں ہے۔ یعنی نئی زندگی میں۔ جہاں کے تعلقات موجودہ دنیا کے تعلقات سے بلحاظ اپنے خواص کے متفرق ہیں۔ جہاں خلقت بطالت کے تحت میں پھر کبھی نہ آئے گی۔ اور جہاں نیا دکر نئے اور نیا بنے جاتے ہیں۔ اس آنے والی دنیا کو خواہ ہم تمام موجودگا مکمل یا جلال کی حالت یا نیا آسمان اور نئی زمین سمجھیں۔ یا اس کرہ اوسط ہر جگہ کا فردوس تصور کریں۔ دوسری جانب خوشی بالاستثناء اس زمینی اور اسی زندگی ہی کو محدود ہے۔ ہاں اگر اس مبارک حالی کی تعریف مسیحی نقطۂ خیال سے نہ بھی کی جا سکے تو بھی ہمیشہ اس کا بیان مذہبی طور پر ہونا چاہیئے۔ مذہب فی نفسہٖ اور لنفسہٖ خوشی کے لئے ضروری اور لابدی نہیں ہے۔ خوشی ایک زمینی تصور ہے۔ کامل بہبودی اور کامیابی کا تصور ہے اور اس میں خدا کے ساتھ تعلق رکھنا کوئی لابدی امر نہیں ہوتا۔ اگر ہم غیر مسیحیوں کے اخلاقی نظامات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سب نظامات میں سے اکثر میں خوش زندگی کے حصول کے لئے ہدایات مرتب اور درج کی گئی ہیں۔ مگر ان کے اخلاق میں کسی قسم کی امید کو دخل نہیں ہے۔ اور خوشی صرف اس دنیا ہی کی زندگی پر محدود و منحصر ہوتی ہے۔ اور آئندہ زندگی کا اس میں کچھ اشارہ یا نشان نہیں ملتا۔ یا یہ الفاظ دیگر مشخص خدا کے ساتھ آدمی کا کوئی تعلق بیان نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ بعض کے خیال کے مطابق ان کا آخری معادل (رامین) کی غیر مخل طمانیت ہی ہے۔ یعنی وہ اندرونی سکون جس میں دانا آدمی بالذات اپنے آپ میں کلیتہً مطمئن ہو کر خود اپنے ہی لئے کافی اور وافی ہوتا ہے کیونکہ اس نے تمام بیرونیات سے اپنے آپ کو آزاد اور بے تعلق کر لیا ہے۔ اور اس حالت میں وہ اپنی اندرونی ہستی کے شان اور تحمل کو ہی بخوبی محسوس کرتا اور اس سے حظ اٹھاتا ہے۔

دوسری طرف جب مسیحی شہید شہید ہونے کے لئے ٹکٹکی پر بندھا ہوا ہوتا ہے۔ تو وہ اگرچہ اس وقت خوش نہیں تو بھی بابرکت ہوتا ہے۔ یعنی آنے والے جلال کی امید میں ایسا مستغرق ہوتا ہے۔ کہ پل بھر کی ہلکی سی مصیبت اس آنے والے جلال کے سامنے جس کو وہ دور سے دیکھتا ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مبارک حالی اور آنے والی جلیل القدر بادشاہت کی امید ہی وہ چیز ہے جس کے سبب سے ہم اس زمین پر خدا کی بادشاہت کے لئے کام کرتے ہیں۔ مگر خدا کی بادشاہت جو زمین پر ہے وہ شرارت کے ساتھ لگاتار جنگ کرنے اور اس کو بھلائی یا نیکی کی حیثیت میں اس پر فتح حاصل کرنے ہی سے محسوس کر سکتے ہیں جس طرح نیکی یا خیر وہ شے ہے جس کے لئے انسان کو جد و جہد کرنا چاہیئے۔ اور اسی میں وہ اپنی ہستی کی تحریک سے اطمینان قلبی اور مبارک حالی پاتا ہے۔ اسی طرح شرارت یا شر اس کا نقیض یا مد مقابل ہے۔ نیکی پر جہاں تک خدا کی مقدس شریعت کے نقطۂ خیال سے غور و فکر کیا جاتا ہے۔ وہاں تک خیر و شر (یا بھلائی اور برائی) کی یہ تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ ذہن (یا من یا انتہ کرن) کے مزاج اور چال چلن کا اعتدال یا بے اعتدالی ہے۔ دوسری طرف جہاں تک خیر کی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بکمال محسوس کی ایک حالت ہے۔ جیسا کہ اس پر دنیا کی مبارک حالی، خوشی اور تناسبات کے نقطۂ خیال سے غور کیا جاتا ہے۔ تو تقاضائے زندگی کی برکتوں اور مصائب کے درمیان اگر چاہو تو عام الفاظ میں شر وہ ہے جس سے آدمی بالطبع بچنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کو روک دیتی اور اس کے دائرہ کو تنگ کر دیتی ہے اور ہستی میں ناموافقیتیں پیدا کر دیتی ہے۔ مگر طبعی اور ذہنی ہر دو قسم شر۔ بھلائیوں اور فوائد کے مقابل میں تعلق بہ اصول خوبصورتی شرارتیں یا خرابیاں اس وقت تک نہیں ہیں۔ جب تک کہ وہ مرضی کی مقدس شریعت کے تعلق یا نسبت میں رکھی نہ جائیں۔ جو چیز نفسہٖ آزردہ کئے جانے کے قابل ہے۔ اور جس چیز سے شرعیہ طور پر پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس کا اندازہ خیر اعلےٰ اور شر اعلےٰ ہی سے لگایا جاتا ہے۔

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا ضرور حوالہ دیجئے

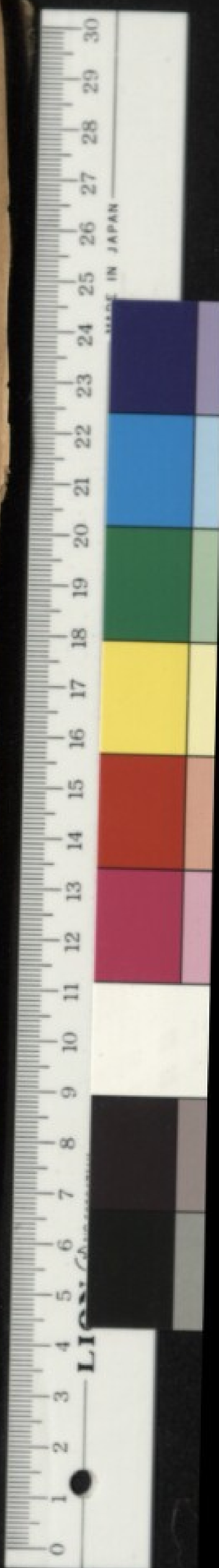
خدا کا خوف اور خوشی کا تعلق

خدا کے خوف اور راستبازی کے ساتھ خوشی کا بڑا تعلق ہے۔ اور بائبل میں اسکا بہت ذکر آتا ہے۔ کیونکہ قطع نظر پرانے عہدنامہ کے جس میں خدا کے خوف اور اس کی راستبازی کے ساتھ خوشی کا وعدہ ملحق کیا گیا ہے۔ ویسا ہی نئے عہدنامہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ خدا کا خوف موجودہ اور آئندہ ہر دو زندگی میں ساری باتوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ ۱ تیمتھیس ۴: ۸ میں مرقوم ہے ”کہ جسمانی ریاضت کا فائدہ کم ہے لیکن دینداری سب باتوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس لئے کہ اب کی اور آئندہ کی زندگی کا بھی وعدہ اُسی کے لئے ہے“ یعنی خدا کے خوف کا صلہ ہر دو جہان میں حصول برکات ہے۔ اور خداوند مسیح نے بھی فرمایا ہے۔ ”کہ تم پہلے اُس کی بادشاہت اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو۔ تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی“ (متی ۶: ۳۳) اس سے مراد یہ ہے کہ تمام دوسری چیزیں قدر و قیمت میں خدا کی بادشاہت سے ادنےٰ درجہ رکھتی ہیں۔ اور دیگر تمام اشیاء کی تحصیل کا ذریعہ خدا کی بادشاہت اور اُس کی راستبازی کی تحصیل پر منحصر ہے۔ دنیا کی چیزیں مطلقاً اور فی نفسہ بیسود اور حقیر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں مل کر نجات پانے والوں کو فائدہ بخشتی ہیں۔ کتاب مقدس میں ایک اور فقرہ وارد ہوا ہے جس پر یہاں زور دینا ضروری ہے یعنی ”ضرور ہے کہ ہم بہت مصیبتیں سہہ کر خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں“ (اعمال ۱۴: ۲۲) جس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ زندگی میں بھی خدا کے خوف کے صلہ میں جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اس لئے ہے کہ ہم مصائب اور آلام میں صبر اور برداشت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اور کہ تمام چیزیں مل کر اُن کی بھلائی کے لئے کام کرتی ہیں جو خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ زندگی کا تجربہ ہمیں یہ سکھاتا ہے۔ کہ خوشی کے اعلےٰ تصور کا احساس بہت ہی ناکامل طور پر کیا جاتا ہے۔ خوشی کا نقیض یعنی غم یا دکھ خواہ وہ اندرونی ہو خواہ بیرونی کسی شخص کی زندگی سے خارج نہیں ہیں خواہ آدمی کیسی ہی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ پیش بینی سے اُن سے بچنے کی تدبیر کرتا ہی کیوں نہ رہے اس حیثیت اور اعتبار سے کہ خوشی نہیں۔ بلکہ مبارکحالی بہ این نظر کہ وہ موجودہ ہستی اور زندگی کی صورت سے بالکل متفرق ہے۔ اس متفرق زندگی کی صورت کے ماتحت خدا کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہماری زندگی کا مناسب اور آخری مقصد ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی آدمی اپنی زمینی خوشی کے کھنڈرات پر حقیقتہً مبارک حال ہو۔ خواہ دکھ اور تکالیف بھی اُس پر کیوں نہ آئیں۔ تو بھی اس مبارکبادی سے وہ اُس کی آسمانی اصلیت اور خصوصیت ظاہر کرتا ہے۔ اور اسبات کو روشن کرتا ہے کہ یہ خوشی اس دُنیا کی نہیں ہے۔ اور مبارک حالی یا نجات جو بطور آسمانی فضل کے اس دُنیا میں انسان کو ملی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص خود بخود اس کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اُس کے ساتھ زمین سے آسمان کو واپس جاتی ہے۔ تاکہ وہاں جا کر اپنی پوری نمائش میں ظہور پائے۔ خوشی خواہ عمر درازی کے ساتھ مدت تک محفوظ بھی رہ سکے۔ تاہم جب موت آتی ہے۔ تو وہ سب آن کی آن میں کافور ہو جاتی ہے۔ زمینی عناصر اور زمینی خویش و اقارب یہاں ہی رہ جاتے ہیں۔ اور اس کا صرف وہی حصہ اُس کے ساتھ آسمانی بادشاہت میں جاتا ہے جو اُس کی مبارک حالی میں بنا ہے۔ یعنی ایمان اور فرمانبرداری کا محبت اور دانائی کا خزانہ ہی جو یہاں پر آدمی کی ملک بن گیا ہے آدمی کے ساتھ یہاں سے جاتا ہے۔

کلیسیا کی فضیلت

آجکل بہت سے مسیحیوں کی نظروں میں کلیسیا ایک چیز بن گئی ہے جس سے دور ہی رہنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسی جماعت متصور نہیں ہوتی کہ جس سے پیار کیا جائے یا اس پر اپنے آپکو قربان کر دیا جائے جس وقت خداوند مسیح آسمان پر صعود کر گیا اُسی وقت سے کلیسیا نہایت عجیب و غریب۔ نہایت مفید۔ نہایت خوبصورت اور جلالی ثابت ہوئی ہے مسیح کی کلیسیا نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں غریبوں کی مدد کی۔ گمراہوں کو راہ دکھائی۔ بگڑے ہوؤں کو سنبھال لیا۔ غمزدوں کو تسکین دی۔ جاہلوں کو تعلیم دی۔ اور بیماروں کو اچھا کیا۔ اور گنہگاروں کو نجات کی خوشخبری دی۔ الغرض انیس سو برس تک یہ کلیسیا بنی نوع انسان کی مہمان نواز اور دوست بنی چلی آئی ہے۔ اگر کوئی شخص کلیسیا کی پوری تاریخ سے واقف ہو اور اس کو قلمبند کرے تو وہ دنیا کی تمام انسانی تاریخوں سے نہایت ہی جلیل القدر ہوگی۔

آجکل بعض لوگ اس خیال سے ذرا جھجک جاتے ہیں۔ کہ اب کلیسیا عوام الناس کی نظروں میں کچھ حقیقت نہیں رہی۔ دنیا میں بہت سی جماعتیں ایسی بن گئی ہیں جو وہ کام کر رہی ہیں جن کو کلیسیا نے ابتدا میں کیا تھا۔ اور اب بھی اُسکو کرنا چاہئے۔ اب کلیسیا کا انسانی زندگی کے ہر صیغہ پر وہ قبضہ و تصرف نہیں رہا جو اُس کو پیشتر حاصل تھا۔ نہ تو وہ اب تعلیم کا خاص منبع ہے اور نہ ہی خیراتی کاموں کا چشمہ۔ وسطی زمانوں کی کلیسیا بادشاہوں کو تخت نشین کرتی اور تخت سے گراتی تھی۔ قانون سازی اور کل نظم و نسق اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اقتصادی معاملات اُس کے زیر نگیں تھے۔ اور سوسائٹی کی ترقی کا کل معیار اور سلسلہ اُسی کی ہدایت اور رہنمائی



سے چلتا تھا۔

مگر اب حالت دگرگوں ہے۔ خدمات کے یہ دروازے اب اُس پر بند ہوگئے ہیں اور کوئی شخص اُن کو کھول نہیں سکتا۔ مگر اُس کی ان ذمہ داریوں کی کمی سے کلیسیا کو کچھ نقصان نہیں پہونچا ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں اُس کی ذمہ داریوں کا لاثانی اور بڑا دروازہ بہت ہی کشادہ ہوگیا ہے۔ اور کوئی شخص اُس کو بند نہیں کرسکتا ایک عمیق خیال مصنف کہتا ہے۔ کہ کلیسیا کا خاص اور موزوں کام جیسا کہ اُس کے خداوند کا بھی تھا۔ یہ ہے کہ وہ اعلےٰ معراج قائم کرے۔ قابلیت اور اُس کے اسباب پیدا کرے۔ اور ایسے دین دار اور خدا ترس مرد اور عورت پیدا کرے جو سلطنت یا پرائیویٹ کمپنیوں اور فیاضانہ سوسائٹیوں کے ذریعہ سے مشکل خدمات کو انجام دیں۔ کلیسیا کا کام ایسی روح لوگوں کے اندر پھونک دینا ہے نہ کہ ہدایت اور راہنمائی کرنا۔"

دیکھو اب قبولیت کا وقت ہے

کہتے ہیں کہ حبیب ریزڈ

شیر دل کو اُس کے دشمنوں نے پکڑ کر کسی دور کے قلعہ میں قید کردیا تھا تو اُس کا گا بجا کر سنانے والا خادم اُس کی تلاش میں دور نزدیک گشت کرتا پھرتا تھا۔ جہاں کہیں وہ جاتا یہ خادم اپنے بادشاہ کے دلپسند گیت بلند آواز سے گایا کرتا تھا۔ تاکہ بادشاہ اُس کی آواز سُن پائے اور اُس کو ملاقات کا موقعہ ملے۔ اسی طرح بہت سے قلعوں کی بلند دیواروں کے نیچے اور محافظ خانوں کی درودیواروں کے قریب گشت لگاتا۔ کبھی کھڑا ہو جاتا۔ اور زور سے گیت گاتا اور جواب کا منتظر رہتا تھا۔ لیکن مدت تک اُس کو بادشاہ کا سراغ نہ ملا۔ آخر کار ایک غیر وطن میں گنجان جنگل کے قلب میں جس کے چاروں طرف بڑے اور اونچے پہاڑ واقع تھے ایسے مستحکم قلعہ پاس جا پہنچا جس کی دیواروں سے اُس کی آواز نکل کر بادشاہ کے کانوں تک پہونچ سکتی تھی۔ وہاں جاکر اُس نے راگ گانا شروع کیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد اس قلعہ میں سے جوابی گیت کی آواز آئی۔ وہ بادشاہ کی آواز کو سُن کر اور پہچان کر باغ باغ ہوگیا اور اُس کو بادشاہ کا پتہ لگ گیا۔ اسی طرح خدا کا ہر ایک سچا ثنا خوان کتاب مقدس کے قدیم گیتوں کو گاتا اور بجاتا ہوا چاروں طرف گشت لگاتا پھرتا ہے۔ اس امید پر کہ کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی جگہ کوئی نہ کوئی شخص اس کے اس گیت کو سن لیگا۔ کہ دیکھو اب قبولیت کا وقت ہے۔ دیکھو اب نجات کا دن ہے۔" اور کوئی شیطان کا قیدی اندر سے جواب دے۔ "دیکھ اے خداوند میں حاضر ہوں"۔

بھیلوں کی پہلی کلیسیا میں لائسنس اور آرڈینیشن کی رسم

ہمعصر ستیارہ قیصر یکا رسل پور سے رقمطراز ہے

کہ سب سے پہلی بھیل کلیسیا میں مالوہ پریسبٹری کا خاص جلسہ ۴ نومبر کو منعقد ہوا جبکہ پانچ جوانوں کو بشارت انجیل کا باقاعدہ لائسنس اور ایک کو آرڈینیشن دیا گیا۔ اس خاص جلسہ میں علاوہ پریسبٹری کے ممبران کے علاقہ کے بھیل جماعتوں میں سے ہیمن ایلڈر اور کورٹ کے ممبران کو پریسبٹری میں دعوت دی گئی تھی۔ جن پانچ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ گنگجی۔ ناگو۔ تیزلا۔ دوبریو اور اودیو کا لائسنس ہوا۔ اس کے بعد گنگجی بھائی کا بڑی سنجیدگی کے ساتھ خادم الدین کے عہدہ جلیلہ پر تقرر ہوا۔ اور جو مسیحی موقعہ پر حاضر تھے۔ انہوں نے بڑی مسرت کے ساتھ گنگجی بھائی سے اور تمام لائسنشیٹوں سے مصافحہ کیا۔ ہم ان بھائیوں کو اس معزز عہدہ کے لئے مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا اُن کے اس اہم مگر عزیز کام میں امداد دے اور اُن سب کو اپنے پاک روح کی شمولیت عطا فرمائے تاکہ وہ بھیل قوموں میں کامیابی کے ساتھ نجات کی بشارت دیں۔

اتحادیوں کا یافہ پر قبضہ

فلسطین کا ایک سرکاری مراسلہ

مظہر ہے کہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی سوار فوجوں نے ۱۸ تاریخ سنیچر کے روز بلا کسی قسم کے بالمقابل مقابلہ کے یافہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ دشمن شمال کی جانب پیچھے ہٹتا جارہا ہے۔ سرائے میت نے حال ہی میں گلاسگو میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کردیا ہے کہ اُس نے ابھی ابھی ایک تار پایا ہے جس میں اس سے التجا کی گئی ہے۔ کہ وہ یروشلم کے لئے ایک وائی ایم سی اے جھونپڑی کے ساتھ تیار رہے۔ یہ وہی یافہ ہے جس کا ذکر اعمال ۹: ۳۶ و ۴۳ اور ۱۰: ۵ میں ہے

ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے

کرسچن پیٹریٹ کے تازہ پرچہ میں مسٹر کے۔ ٹی

پال بی۔ اے کا ایک مضمون بعنوان "انڈین کرسچن کمیونٹی اینڈ دی پریزنٹ پولیٹیکل سچوایشن" شائع ہوا ہے جس کا ایک حصہ اس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ "ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے" یعنی اس موجودہ پولیٹیکل تحریک میں جس پر غور و فکر کرنے کے لئے وزیر ہند ہند میں تشریف فرما ہوئے ہیں ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے؟ آپ لکھتے ہیں کہ ہم لوگوں کا شمار ۳۸½ لاکھ ہے جس کا تناسب کل آبادی میں ۱:۸۱ ہے جنوب میں (مدراس جہیں ریاستیں بھی شامل ہیں) ہماری تعداد ۱۴ لاکھ ہے یعنی کل آبادی میں ۲۱ میں سے ایک ہیں۔ تعلیمی لحاظ سے ہماری حیثیت بمقابلہ شمار

کے تناسب میں بہت ہی بہتر ہے۔ ہمارے لوگ بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں جنوبی ہند میں ایک وقت دو میونسپلٹیوں میں سے دو۔ تقریباً دیسی ریاستوں کے احیاء میں ہندوستانی مسیحی منتخب یا نامزد چیئرمین رہ چکے ہیں۔ برٹش ایمپائر کے وفادار باشندے ہونے کی حیثیت سے ظاہر ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہز مجسٹی کے سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کی خدمت میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اور ان فیصلجات کے بد انجام سوچتے ہیں جہاں تک ممکن ہو سکے امداد دیں جس کے لئے وہ تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں ذرا اس سے اور آگے بڑھتا ہوں۔ ان فرائض سے قطع نظر جو ہم پر برٹش اہل شہر ہونے کے عائد ہیں ہم دیگر ہندوستانی جماعتوں کے درمیان بحیثیت ہندوستانی جماعت ہونے کے ایک صحیح مقام اور ذمہ داری رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ موجودہ حالت کے پیدا کرنے میں ہم نے کوئی حصہ نہیں لیا ہم پولیٹیکل امور میں حصہ لینے سے اب تک پہلو تہی کرتے رہے ہیں۔ ہم اپنے تئیں شمار اور کم اہمیت کے اختیار کرنے کے سوائے اور کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ... ہمارا ملک کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا اس بچہ کا اپنے خاندان میں ہے جو ابھی بہت چھوٹا اور اپنے بڑوں کو مشورہ دینے کے ناقابل ہے مگر اب ہم بالغی کے آخری برسوں میں قدم رکھ چکے ہوئے ہیں اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ یہاں وہاں اور ہر جگہ اخبارات اور کانفرنسوں میں ایسے نشانات پائے جاتے ہیں جن کی بابت غلطی نہیں ہو سکتی خصوصاً قائدین میں ہمارے لیڈر ہونے کی حیثیت میں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جماعت سن بلوغت تک پہنچنے کا احساس کر رہی ہے۔ اس منزل پر ہمارا خود اور ہماری بڑی مادری سرزمین کا فرض ہے کہ پولیٹیکل معاملات پر غور و فکر کریں۔ بولیں۔ اور ان پر عمل کریں۔

یہ ہمارا مشترکہ بلوغت کو اور ہماری مسیحیت کو لازمی ہے۔ تصور کیا جاتا ہے کہ ہم زمین کے نمک ہیں۔ ایک تامل ضرب المثل مشہور ہے کہ نمک سمندر میں ہے اور لیموں پہاڑوں پر ہے۔ اگر نمک سمندر ہی میں رہے تو زمین کی چیزیں کس طرح نمکین ہونگی؟ علیحدہ رہکر نمک اپنا کام نہیں کر سکتا قبل ازیں کہ نمک اپنا بیش قیمت کام کرے ضرور ہے کہ وہ کھانے میں گھس جائے اور فی الحقیقت اس میں فنا ہو جائے۔ اور پورا پورا حصہ بنجائے۔

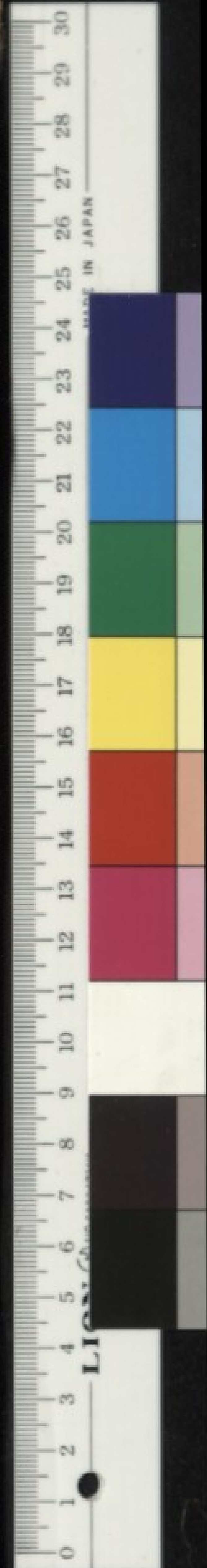
ہمارے لئے کون بولے؟

آگے چلکر مسٹر موصوف سوال کرتے ہیں کہ ہماری خاطر کون بولے؟ آل انڈیا کرسچین کانفرنس اور دیگر کرسچین کانفرنسوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ پھر پوچھتے ہیں کہ کیا نیشنل کانگرس ہماری خاطر بول سکتی ہے؟ ہاں اسی وقت تک جب تک کہ ہم نے بذریعہ وسائل کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ یہ کوئی معقول استدلال نہیں ہے کہ کانگرس ہماری نمائندہ نہیں ہے کانگرس کا کوئی ایسا انتخابی پلیٹ فارم نہیں ہے جو ہم کو شامل ہونے سے مانع ہو۔ بالفرض اس کی رائیں وہی ہیں جو اسکے لیڈروں کی ہیں۔ اور چونکہ ہمارے آدمی اسوقت وہیں موجود نہیں ہیں واسطے انکی رائیں سب کی سب ہماری رائیں نہیں ہیں۔ اسکا علاج صاف طور پر ہمارے پیش نظر ہے ہماری اپنی ہی نیشنل کانگرس موجود ہے پس چاہیئے کہ ہم خیالات واضح طور پر مرتب کریں اور انکو پبلک کے سامنے رکھیں۔ اور ایک ڈیپوٹیشن کی وساطت سے انکو گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجیں اس اثنا میں چاہئے کہ ان مسائل کی چھان بین پلیٹ فارم پر سے اور پریس کے ذریعہ ہمارے ہی لوگوں سے کیجائے۔

کیا ہم اسکے لئے تیار ہیں؟

اس کے بعد مسٹر کے ٹی پال چند ضروری امور پر بحث کرتے ہوئے ذمہ دار حکومت پر بحث اور اسکی تعریف کرتے پھر سوال کرتے ہیں کہ کیا ہم اس کے لئے تیار ہیں؟ یعنی کیا ہم میں اسقدر قابلیت اور لیاقت ہے کہ اپنی ذمہ دار حکومت کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھالیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ ذمہ دار حکومت کا معیار جسکا یہاں اشارہ کیا گیا ہے عمل درپولیٹیکل امور کے اندر داخل ہونے کیلئے بہت ہی دشوار ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ نہ تو گوکھلے اور کانگرس کی سکیمیں اور نہ مسلم لیگ اور لارڈ ہیسٹنگٹن کی سکیمیں اس مدعا تک در اصل پہنچ سکتی ہیں کیونکہ وہ ساری سکیمیں موجودہ حالت پر بہت ہی زیادہ مبنی ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ تمام صیغے کی بنیادی طور پر تقسیم کیجائے۔ صرف مشک پر پیوند لگا لینے ہی انہیں نئی شراب رہ نہیں سکتی۔ پرانی بوتلیں نئی نہیں بن سکتیں نئی بوتل کی ضرورت ہے جو ڈیموکریسی (جمہوریت) کے اُن اصولوں کے مطابق بنی ہو جو صدیوں تک دیگر ممالک کے اندر منجمد ہو چکے ہیں۔

ہم البتہ کسی انقلاب کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مگر ہم انتقال کے لئے تیار ہیں ہماری جماعت کے بہت سے آدمی اُن کمیٹیوں سے واقف ہیں جنکے ذریعہ سے ہم مشنوں کے انتظامی کاموں کو کلیسیا کے ہاتھوں میں منتقل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم نے اس نمونہ پر ایک ترتیب قائم کی ہے جو آخرکار اُسی کی اُسوقت پہنچائیگی جبکہ تمام انتظامی ذمہ داری کلیسیا کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائیگی۔ مگر ہم اسکی تمام تفاصیل کی تکمیل نہیں کرتے ہیں اور انکو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اسقدر ترقی پا جائیں جیسا کہ وہ ذمہ داریاں بتدریج اس ترتیب (یا جماعت) کے پاس منتقل ہو کر اس معیار پر آجائے جس میں کہ یہ انتقال بخیر و خوبی کامیابی کے ذریعے سے قابل ثابت ہو جائے۔ یہی صورت پالیٹکس میں ہے اور ہم کو نئی مشین کی ترکیب کی حمایت کرنی چاہئے جو خاص ڈیموکریسی (جمہوریت) کے نمونہ پر ہو اور جو اسکی ترکیب میں بلا کسی قسم کی اہم تبدیلی کے بالآخر کل پھیلے ہو-----



تو خاک ہے

جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان کے گوشت۔ رگ و ریشہ اور ہڈیوں کے مادہ میں وہی عنصر پائے جاتے ہیں جو ہماری زمین کے بیرونی پرت کی خاک میں ہیں۔ اور اُس چونے کے اندر ہیں جو کہ زمین کے اندر موجود ہے۔ مگر اُس حقیر مادہ سے انسان کے جسم جیسا کیسا عجیب و غریب ڈھانچا تیار کر دیا گیا ہے۔ اور روز بروز پرورش پا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آدمی کثیف مادہ سے نہایت خوبصورت اور مستغرق اور رنگوں کے شیشے بناتا ہے تو یہ انسانی ہنر کا کمال ہے۔ مگر جب خدا ایسی قسم کی کوئی چیز بناتا ہے جو اُس کی بے غایت ہنرمندی کا ظہور ہے۔ تو اُس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ دیکھو آدمی کیسے گندے چھتڑوں اور دھجیوں سے کیسے عمدہ اور شفاف کاغذ بنا لیتا ہے۔ جو ہمارے کیسے کار آمد ہیں۔ جن کا مفید ہونا عام نظر سے دیکھنے والے کے سامنے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ زبور نویس کیا خوب فرماتا ہے کہ "میں دہشت ناک طور سے عجیب و غریب بنا ہوں۔ تیرے کام حیرت فزا ہیں۔ اس کا میرے جی کو بڑا یقین ہے۔ جبکہ میں پردے میں بنایا جاتا تھا۔ اور زمین کے اسفل میں منقوش ہوتا تھا۔ تو میرے جسم کی صورت تجھ سے چھپی نہ تھی تیری آنکھوں نے میرے بے ترتیب مادہ کو دیکھا اور تیرے دفتر میں یہ سب چیزیں تحریر کی گئیں اور اُن کے دنوں کا حال بھی کہ کب بنینگی جب ہنوز ان میں سے کوئی نہ تھی۔"

کنفیوشس اور خداوند مسیح کے ایک مقولہ کا مقابلہ

کنفیوشس نے اپنے شاگردوں کو ایک حکم دیا تھا جس کا غلطی سے بعض اوقات خداوند مسیح کے اس سنہرے قانون سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ کہ "جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی اُن کے ساتھ کرو" (متی ۷: ۱۲) اور کنفیوشس کا یہ حکم تھا کہ جو کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ نہ کیا جائے۔ وہ تم اُن کے ساتھ نہ کرو۔ اس حکم کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُس نے مسیح سے بہت برس پیشتر یہ قاعدہ ٹھہرایا تھا۔ لہذا مسیح کے قول کو اس پر کچھ فوقیت نہیں۔ مگر مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کنفیوشس کے مقولہ میں صرف منفی پہلو سے ہی نص کیا گیا ہے اس کے مطابق آدمی کچھ بھی نہ کرے کنفیوشس کے اعلےٰ تصور تک پہنچ سکتا ہے۔ مگر خداوند مسیح نے ہم کو مثبت پہلو پر مجبور کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مثبت طور پر ہم لوگوں کے ساتھ نیک اور مہربان بنیں ہمیں لوگوں کے ساتھ وہ کچھ کرنا چاہئیے جو ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کریں۔ نہ جو کچھ وہ ہمارے ساتھ کرتے یا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ انجیل کی غایت یہی ہے اگر ہم مسیحی ہیں تو چاہئیے کہ ہم اُس کی پیروی کریں۔ اور دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کریں۔

سوامی دیانند بھگوان اور مکتی داتا بن گئے

۱۷ نومبر کا اخبار عام اپنے ایک نوٹ میں بعنوان مذکورہ یوں راوی ہیں کہ ہمعصر آریہ پترکا کے تازہ اشوع میں جو لیڈر مضمون مہاشہ مدن موہن سیٹھ ایم۔ اے سکرٹری آریہ پرتی ندھی سبھا صوبجات متحدہ کے قلم سے لکھا گیا ہے اُس کا عنوان "مکتی داتا بھگوان دیانند" کے لفظوں میں درج ہے۔ آجتک عیسائی حضرت مسیح کو اپنا مکتی داتا اور ہندو لوگ بھگوان رام کو اپنا مکتی دینے والا مانتے چلے آتے ہیں۔ مگر ہمارے سماجی دوستوں نے بھی سوامی دیانند کی شخصیت کو ترقی دیتے ہوئے بھگوان اور مکتی داتا کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن یہ تو ابتدائی منزل ہے۔ ابھی آگے چل کر دیکھئے سوامی دیانند جی کیا بنتے ہیں۔ بقول شخصے

ابتداے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

دیکھئے خداے مجسم کی اور ایک مکتی داتا کی ضرورت انسان کے اندر کیسی طبعی ہے۔ اگرچہ ہمارے سماجی بھائی البشوری اوتار اور ایک مکتی داتا کی ضرورت اور امکان سے انکاری ہیں۔ تو بھی اُن کا ضمیر ان امور کے اقتضا سے اُنہیں چین لینے نہیں دیتا۔

ایک سوت کے ڈورے کے ذریعہ سے بچ گیا

یہ دنیا ایک بھلبھلیاں ہے۔ اس کے اندر سیر کرتے ہوئے انسان کے لئے جو چیز ضروری ہے وہ ایک رہنما ہے جو چیز ضروری ہے وہ ایک رہنما ہے جو اس کی ہدایت اور رہنمائی کرے۔ اور اس دنیا کی بھلبھلیاں کے اندر بھول جانے اور ہلاک ہو جانے سے بچائے۔ چنانچہ ایک شخص کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جو روم کے زمین دوز قبرستانوں کے اندر تاریخی تحقیقات کی ہوس میں چلا گیا تھا۔ مگر گمراہ ہو جانے کے خوف سے اُس نے سوت کا ایک گولہ لے لیا اور اُس کا ایک سرا دروازہ کے ساتھ باندھ دیا اور گولہ لے کر اور سوت چھوڑتا ہوا اور دوسرے ہاتھ میں ایک لیمپ لے کر آگے کو روانہ ہوا۔ اندر جا کر ایک عرصہ تک وہ اپنی تحقیقات میں مشغول رہا۔ اور اُس کے نتائج سے ایسا محو مسرت ہوا کہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اُس کی ساری توجہ اپنے شغل کی جانب منعطف ہو گئی۔ ایسا کہ چلتے چلتے اُس کو ٹھوکر لگی اور گر گیا۔ لیمپ ہاتھ سے چھوٹ کر گل اور چکنا چور ہو گیا۔ اُس نے یہ خیال کیا کہ سوت کا گولہ بھی میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ مگر جب ہوش

سنبھالا تو یہ معلوم کرکے کہ گولہ ہاتھ ہی میں ہے نہایت خوش ہوا اور خدا کا شکر بجالایا۔ اور ہمت باندھ کر اٹھا اور اُس کے سہارے پر چلتا ہوا تہ خانے کے باہر آگیا دیکھئے یہ شخص صرف ایک ڈورے کی رہنمائی سے باہر آگیا اور مقصد بھی پورا کرلیا۔ اس بھلبھلیاں نما دنیا کے اندر ہماری حالت اس سے بھی بڑھکر زیادہ محو کردینے والی اور گمراہ اور ہلاک کردینے والی ہے تاریکی اکثر ہمیں گرد و پیش سے گھیر لیتی ہے۔ ہم اس دنیا کے نشیب و فراز میں ٹھوکریں کھا کھاکر گر پڑتے ہیں۔ کانشنس یا عقل کا چراغ بجھ جاتا ہے۔ اور ہم ہواس باختہ ہوکر بجز مایوسی میں غوطہ کھانے لگ پڑتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم کس طرح ہمت باندھ کر اور اس دنیا کی بھلبھلیاں سے باہر نکلکر صحیح و سلامت اپنی پناہگاہ یا گھر کو واپس جاسکیں؟ صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی کے ہدایت کرنے والے اصول کو ایمان کے ہاتھ میں مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں۔ اور اُس الٰہی نجات دہندہ اور رہنما کے دامن معرفت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہیں جس طرح دنیاوی امور میں انسان محتاج بالغیر ہے اُسی طرح نجات کے معاملہ میں بھی وہ ایک منجی اور ہادی کا محتاج ہے۔ اور وہ منجی اور ہادی خداوند مسیح مصلوب ہے۔ اس رشتہ کا ایک سرا بہشت کے دروازہ کے ساتھ بندھا ہے۔ اور خوش قسمتی ہے کہ دوسرا سرا ہمارے ہاتھ میں ہو جو اس بھلبھلیاں والی دنیا کے اندر ہیں۔

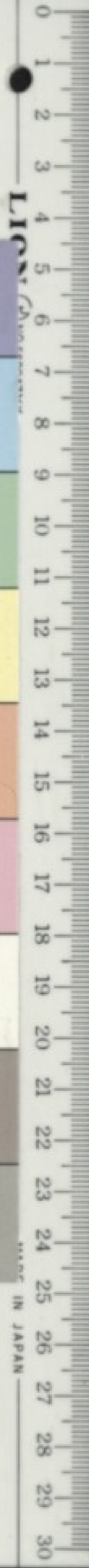
آگے کی چیزوں کی طرف بڑھنا

موجودہ زمانہ اور حالات ہمارے گزشتہ خیالوں کو بدل دیتے ہیں اور نئے نتائج پیدا کردیتے ہیں۔ اس سے خصلت پیدا ہوتی ہے جو چشم زدن میں رابط ضبط مرضی منکشف ہوتی اور تمام عمر کی امنگوں اور منصوبوں کو پل بھر میں ہوا کردیتی ہے۔ اور نئے منصوبے اور امنگیں پیدا ہوکر نیا رنگ لاتی ہیں۔ روحانی عالم میں بھی یہی صورت نمودار ہوتی ہے۔ انسان کا خیال یا تو دنیا کی طرف لگ جاتا ہے یا خدا کی طرف پھر جاتا ہے۔ یا ایمان اپنی سمت ہوجاتا ہے یا مسیح کی طرف۔ اور یوں پولس رسول کے اس مقولہ کی تشریح ہوجاتی ہے کہ "میں صرف یہ کرتا ہوں کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں۔ ان کو بھول کر آگے کی چیزوں کی طرف بڑھتا ہوا نشان کیطرف دوڑا ہوا جاتا ہوں۔۔۔۔"

کہتے ہیں کہ ربی الیعذر نے شاگردوں سے دل کی تبدیلی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے اُس سے پوچھا کہ ہم کب تک اس سے علیحدہ رہیں۔ ربی نے جواب دیا "اپنے مرنے سے صرف ایک دن پہلے تک"۔ شاگردوں نے پوچھا "مگر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہم کب مرینگے؟" اُستاد نے جواب دیا "آہ! پس ابھی توبہ کرو"۔ ٹالمٹول یا التواء کا نتیجہ کیسا خطرناک اور برا ہے! یہ التواء نہ فقط وقت کا چور ہے بلکہ وہ غیر فانی روحوں کو بھی چرا لیجاتا ہے۔ ہورس کا قول ہے کہ "انسان کی زندگی کے بہت ہی چھوٹی ہونے کے تناسب میں اپنی امیدوں کو بھی مختصر کرو۔ موجودہ وقت سے حظ اٹھاؤ۔ اور جو کچھ کہ کل ہوتا ہے اُس پر بہت ہی زیادہ بھروسہ مت کرو۔ کیونکہ جب ہم بات چیت بھی کرتے ہوں گے تو گھنٹے جو گویا ہماری خوشی اور راحت کے روادار نہیں ہیں بہت جلد گزر جاتے ہیں"۔ شاید افقوریوں کا یہ مقولہ اس پر صادق آئے "کہ کھاؤ پیو اور خوشی کرو کیونکہ ہم مرجائیں گے"۔ مگر مسیحی کیا فرماتا ہے۔ یہ کہ کاش کہ مجھے ایسی مرضی اور ایسی قابلیت اور ایسا موقعہ ملے کہ میں صرف آئندہ جہان میں بلکہ اس جہان میں بھی خدا کی خدمت کروں۔

دہلی میں مسلمانوں کے وفد سکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت میں

۱۹ تاریخ پیر کے روز حضور وائسرائے اور سکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت میں مسلمانوں کی طرف سے پانچ وفد حاضر ہوئے۔ صوبجات متحدہ کی پراونشل مسلم لیگ کا وس آنریبل سید آل نبی نے پڑھا۔ یہ وہی کانگرس اور لیگ کا متفقہ تیار کردہ تھا جس میں دیگر مطالبات کے علاوہ یہ مطالبہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حفاظت قائم رکھی جائے۔ مجلس موتیال اسلام کے وس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو ہر جگہ اور ہر وقت میں مذہبی آزادگی دی جائے۔ اور مذہبی معاملات کے فیصلہ کرنے میں گورنمنٹ دخل نہ دے بلکہ مسلمان مفتی اور قاضی شرع کے مطابق اُن کو فیصل کیا کریں۔ اور کہ مسلمانوں کو شراب خوری پر تعزیر لگائی جائے۔ اور کہ مسلمانوں کے مقدس مقامات جنگ کی تاخت و تاراج سے محفوظ رہیں۔ بہار شریف کی انجمن اسلامیہ نے درخواست کی کہ لیجس لیٹو اور ایگزیکٹو ہر دو کونسلوں میں توسیع کیجائے۔ مسلمانوں کو زیادہ مراتب ملیں۔ ایکٹ بابت اسلحہ اٹھا لیا جائے۔ وغیرہ۔ دیوبند کے مولویوں نے اپنے وس میں تجاویز پیش کیں کہ جن میں سے ایک یہ تھی کہ ہندوستان کے علماء کی طرف سے ایک شیخ الاسلام چنا جائے اور اس کے ماتحت ایک محکمہ قایم کیا جائے۔ مسلم ڈیفنس ایسوسی ایشن کا وس مسٹر امین احمد نے پڑھا جس میں بھی مطالبات کئے۔ اور ایسی سلطنت گورنمنٹ کے خلاف اعتراض کیا گیا تھا کہ جس سے برٹش گورنمنٹ کی امن اور ترتیب قایم رکھنے والی تاثیرات مفقود ہو۔ اور مطالبہ کیا کہ اس کانسٹی ٹیوشنل مشینری کی جسکا خاکہ ضمیمہ میں دیا گیا ہے اور جو کم و بیش کانگرس اور دیگر سکیموں میں پیش ہوئی ہیں معائنہ کیا جایا کرے۔



حضور ویسرائے اور سکرٹری آف سٹیٹ کی ملاقات

{اسی روز حضور ویسرائے اور سکرٹری آف}

سٹیٹ نے حسب ذیل صاحبان کو شرف ملاقات عطا فرمائی یعنی آنریبل سیتال بنی۔ ڈاکٹر نذیرالدین حسن اور مسٹر تصدق احمد کو جو صوبجات متحدہ کی مسلم لیگ کے نمائندہ ہیں۔ دیوبند کے مولویوں شمس العلماء حافظ محمد احمد مولینا مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی ظہور علی کو مجلس موئید الاسلام کے نمائندوں۔ مولوی سلامت اللہ خاں بہادر سلامت حسین اور مولوی آغا حسین کو صوبجات متحدہ کی مسلم ڈیفنس ایسوسی ایشن کے نمائندگان۔ آنریبل نواب محمد مزمل اللہ خاں۔ سید عبدالرؤف۔ خان بہادر مسٹر امین احمد۔ نواب احمد سعید خاں۔ اور شیخ عبداللہ کو۔ اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے نمائندگان شمس العلماء مولوی سید احمد دہلی کی جامع مسجد کے امام ڈاکٹر شجاع الدین اور آغا محمد صفدر محسن شاہ کو باریابی کا شرف عطا کیا۔

این۔ ایم۔ ایس کا اتوار

{این۔ ایم۔ ایس کے جنرل سکرٹری}

کی طرف سے حسب ذیل درخواست پیش ہوئی ہے۔ نیشنل مشنری سوسائٹی آف انڈیا کی ایگزیکٹو کمیٹی آرزومند ہے اور استدعا کرتی ہے کہ اس سال کے ۲ دسمبر کا اتوار نیشنل مشنری سوسائٹی کا اتوار۔ تمام ہندوستان میں منایا جائے گذشتہ سال یہ محسوس کیا گیا تھا۔ کہ اس سوسائٹی کا کام خاص طور پر ہندوستانی کلیسیاؤں کے روبرو پیش کیا جائے۔ اور اُن کی دعاؤں اور امداد سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس مقصد کے لئے ہر سال ایک اتوار این۔ ایم۔ ایس کا اتوار منایا جائے۔ گذشتہ سال کئی کلیسیاؤں

اور دوستوں نے اس اپیل کا جواب دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ نہ صرف خاص عطیات کی صورت میں چندہ کی بڑی رقم ہی وصول ہوئی تھی۔ بلکہ بہت سے دوستوں کے اندر دلچسپی کی نئی روح پھونک دیگئی تھی خدا کے فضل سے امسال سوسائٹی کا کام برابر بڑھتا رہا۔ اور اسمیں تمام ملک ہندوستان میں دوستوں کی دائمی متفقہ سفارشوں اور امداد کی ضرورت ہے۔ ہم نہایت ہی شکرگزار ہوں گے اگر اس دن کے منانے میں کافی تیاریاں کی جائیں۔ اور اُس روز خاص وعظ کیا جائے جس میں اس سوسائٹی کے کام کا ذکر ہو۔ اور اُس دن جماعت کا چندہ اس سوسائٹی کے لئے وقف کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے جو کاغذات یا کتابیں ضروری ہیں وہ سائیکلو واقع ... اس کے این۔ ایم۔ آفس سے دستیاب ہو سکتے ہیں سوسائٹی کی دس سالہ رپورٹ سے جو بقیمت ۸ر مل سکتی ہے پوری واقفیت ہو سکتی ہے ÷

۱۹۱۸ء کی سرکاری تعطیلات

{پنجاب گزٹ میں مشتہر کیا}

گیا ہے کہ جو عام تعطیلات ۱۹۱۸ء میں ہوں گی وہ ماسوائے اعلان کے دن دیکم جنوری (شاہ و شہنشاہ کا سالگرہ دن جس کا اشتہار بعد میں کیا جائے گا) ایسٹر ۲۹۔۔۳۰ مارچ دیکم اپریل) اور بڑے دن کی تعطیلات کے حسب ذیل ہونگیں۔

ہندو تعطیلات۔ بسنت پنچمی ۱۵ فروری۔ اور شیوراتری ۱۱ مارچ۔ ہولی ۲۷ مارچ بیساکھی ۱۳ اپریل سالونو ۲۲ اگست جنم اشٹمی ۲۹ اگست۔ دسہرہ ۱۱ سے ۱۴ اکتوبر۔ دیوالی ۲ نومبر۔

مسلمانوں کے تیوہار۔ شب برات ۱۵ مئی۔ عیدالفطر ۱۰ یا ۱۱ جولائی عیدالضحےٰ ۱۶ یا ۱۷ ستمبر۔ محرم ۱۴ اور ۱۵ و ۱۶ اکتوبر۔ ان تینوں تیوہاروں میں چاند کا دیکھا جانا مسلم ہے۔ بارہ وفات ۱۷ دسمبر گورو گوبند سنگھ کے جنم دن پر مقامی تعطیلات ہونگیں۔ یہ تیوہار ۱۹ جنوری کو ہو گا۔ ہولا محلہ ۸ مارچ اور گورو نانک کی سالگرہ ۱۸ نومبر کو ہو گی۔

شہر وینس خالی کیا جا رہا ہے

{اٹلی نے دشمن کے}

دباؤ سے خایف ہو کر اپنے شہر وینس کو خالی کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ رائٹر کا نامہ نگار مقیمی صدر مقامات اٹلی اُس کا یوں بیان کرتا ہے کہ اہل شہر نکلے جا رہے ہیں۔ اور بیش قیمت اشیا وہاں سے نکال کر دوسرے مقامات میں لے جائی جا رہی ہیں۔ نائیٹس آف مالٹا ہسپتالی ٹرینیں لے آئے ہیں۔ تاکہ بوڑھوں اور ناتوانوں کو لیجا کر جنوب میں بسا دیں۔ شہر مذکور کے پیتل اور سنگ مرمر اور دیگر فلزی اور آہنی ملکی یادگاریں جو جدت سے مہذب دنیا کی عجائبات میں شامل ہیں نکالی اور روم کے پالیس آف ڈا ایکلیشن میں بیچل انجلو میوزیم میں رکھی جا رہی ہیں۔ ان میں پیتل کے وہ گھوڑے بھی شامل ہیں جن پر ملمع کیا ہوا ہے اور جو سینٹ مارک کے بڑے آستانہ پر ایستادہ کئے ہوئے ہیں۔ ان گھوڑوں میں سے ہر ایک پانچ فیٹ بلند اور چار ٹن سے زیادہ وزن کا ہے۔ نیز برتالومیو کولیانی کا شہسوار بت بھی اُن میں شامل ہے جس کی بابت رسکن کہتا ہے۔ کہ وہ سنگتراشی کا نہایت ہی مشہور و معروف بت ہے جو آج دنیا میں موجود ہے۔

نورافشاں اپنے فرض کو پورے طور سے ادا کر رہا ہے آپ بھی نئے خریدار دیکر اپنے فرض کو ادا کیجئے منیجر

(نامہ نگار اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں۔ اڈیٹر)

سنڈ کی مختصر رپورٹ

مورخہ ۳۰ اکتوبر کو مقام اعظم گڈھ چیرمین جے۔ ایچ۔ ایمن صاحب کے بنگلہ پر ایک میٹنگ فراہم ہوئی۔ پادری جے۔ آر ہڈسن صاحب بنارس سے اور پادری سنڈرسن صاحب اور پادری ایم مکیگ صاحب اکبرپور سے اور پادری ٹی سی کارن صاحب اور پادری جے ڈی۔ اسپنسر صاحب مئو سے اور مسٹر عاجز صاحب ہیڈ ماسٹر اعظم گڈھ ہائی سکول معہ دیگر صاحبان و کارگذاران مشن کے شریک جلسہ ہوئے۔ آغاز بھجن۔ ہیلیلویاہ تیری حمد ہو وغیرہ گایا گیا۔ بموجب ہدایت چیرمین صاحب مسٹر فرگسن صاحب نے دعا کی۔ اور چیرمین صاحب نے انجیل کے خط سے نصیحت آمیز کلمہ پڑھ کر سنایا۔ مضمون کا لب لباب مسیح کے لئے شہر کو جیتنا ہے۔ ازاں بعد کارگذاروں سے رپورٹ سنی گئی۔ لوگوں نے اپنے اپنے ڈسٹرکٹ کا حال زبانی و تحریری سنایا۔ چونکہ چیرمین صاحب نے یہ مضمون انگریزی میں تحریر کیا تھا۔ لہذا ہیڈ ماسٹر صاحب نے ترجمہ کر کے سامعین کو سنایا۔ علاوہ اور کاموں کے ہائی سکول بہ نسبت پہلے کے اب اور ترقی پذیر ہے۔ بلکہ روحانی بہبودی منظور ہے۔ وڈیش مئو زنانہ ہسپتال سے نو ماہ کے اندر چار ہزار پانچ اشخاص کو دوا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی خداوند مسیح کا کلام بھی سنایا گیا ہر قسم کے اور ہر مذہب کے لوگ دوا لینے آتے ہیں۔ ذات پات کا جھگڑا دوا لینے کے وقت کافور رہتے ہیں۔ ڈاکٹر مسز ٹی سی کارن صاحبہ بیماروں سے نہایت سے پیش آتی ہیں۔ علاوہ اور بیماریوں کے آپ آنکھ کے کام میں نہایت دلچسپی لیا کرتی ہیں خدا نے آپ کے کام پر برکت بخشی ہے۔ بہت سے مریض شفایاب ہوتے ہیں۔ لگا ہے بگاہے بہت بھیڑ ہو جاتی ہے۔ اس وقت پادری کارن صاحب خود مدد کرنے کو تیار ہو جاتے اور لوگوں کو وقت پر دوا دیکر روانہ کر دیتے ہیں۔ شکر ہے خداوند کریم کا کہ اپنے جلال کے لئے بندوں سے ایسے عجیب کام کراتا ہے کہ زبان بیان سے قاصر ہے۔ آخر میں پادری مکیگ صاحب نے درس دیا دیکھ اور جانچ اے خدا مجھ میں کوئی درد انگیز عادت ہے۔ پادری صاحب موصوف نے بہت سی تمثیلوں سے ظاہر کیا کہ انسانی زندگی سیکھنے اور ترقی کرنے کی زندگی ہے۔ اور اپنے رہنما کی ہدایت پر ہو کر اپنے ورڑ میں دوڑتے رہنے کی زندگی ہے۔ وغیرہ بعد اختتام درس کے بھجن اور دعا کے ساتھ جلسہ برخاست ہوا۔ دوپہر کا کھانا یورپین اور ہندوستانی بھائیوں نے ایک میز پر معہ روحانی مذاق کے کھایا۔ اور شکر کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر کو واپس گئے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ اس نئے کام کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں گے۔ تاکہ خدا باپ اور بیٹے کی بزرگی ہوتی رہے۔

راقم۔ ڈبلیو پرتھوی لعل۔ از محمد آباد۔ اعظم گڈھ۔

جذبہ الفت

رکھا تھا دل میں جس کے لئے جذبۂ الفت
گر آج وہ ملیں تو میں دل ہی فدا کروں

نقش قدم اٹھا دیئے باد زمان نے
پائے تلاش شل تھا کیونکر پتا کروں

ساقی مجھے تو چھوڑ میرا سد راہ نہ بن
نہ پوچھ مجھ سے حال میرا کیا بیاں کروں

میں پی چکا ہوں الفت عیسیٰ کے جام کو
لازم ہے تیرے جام کو میں دور دفع کروں۔

لعنت کروں ہوں اس بت کافر ذلیل پر
جاں کی قدر نہ ہو جسے گر جاں فدا کروں۔

نام یسوع پہ وقت ہے اب جذبۂ الفت
پھر تو عزیز کاش مسیح میں جیا کروں۔

از قلم یوسف۔ عزیز۔ کلارک آباد۔

ایک مسیحی کی صدا

(از خاکسار۔ اے۔ عباد اللہ فیروز۔ فورمن کرسچن کالج کینیڈیس ہال۔ لاہور)

مسافر میں ہوں مجھکو حالت نادار کافی ہے
یہاں رہنا مجھے کرنی بس اٹن جا یہ کافی ہے

مجھے دنیا سے لینا کیا اور اس کی فانی چیزوں سے
مجھے مشغول رہنے کو مسیح کا پیار کافی ہے

جو بھائی بند چھوڑیں بھی تو کیا رنج و الم مجھ کو۔
میرا پیارا مسیح مجھ کو تو رشتے دار کافی ہے

جو مجھے اس کے پیچھے میں مصیبت پیش آتی ہے
فضل اسکا بس میرے لئے غمخوار کافی ہے

لڑوں کا بے دھڑک ہو کر مسیح کا میں سپاہی ہوں
فتح دینے کو خود یسوع مسیح سالار کافی ہے۔

فتح پاؤں گا شیطاں پر یقیں کامل ہے مجھ کو
میرے بس ہاتھ میں کب روح کی تلوار کافی ہے

میرے ایام پورے ہوں جب آوے موت کا دریا
تو مجھ کو پار کرنے کو مسیح پروار کافی ہے۔

جو بخشیں آسماں پر میں تو پھر فیروز عوض میں
مسیح کے ہاتھ سے وہ افسر زردار کافی ہے

نور افشاں کو قلمی امداد سے فراموش کر دینا کیا معنے رکھتا ہے۔



ریویو

بر رسالہ

چشمہ مذاہب کی پیمائش

مصنفہ جناب پادری جے۔ میکلین۔ معروف بہ غلام مسیح صاحب۔

گذشتہ سے پیوستہ

"لیکن چارواک۔ ابہانک۔ بودھ۔ اور جینیوں پر افسوس ہے کہ انہوں نے چار۔ ویدوں کی اصلی سنگتا ونیا کو نہ سنا۔ نہ دیکھا۔ اور نہ کسی عالم سے پڑھا۔ اسی وجہ سے اُن کی عقل ماری گئی۔ اور بے سود یا ویدوں کی مذمت کرنے لگے"۔ اور پھر اسی باب صفحہ ۱۷۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بودھ اور جینی لوگ ویدوں کی مذمت کرنے لگے اور ایک علیحدہ ویدوں کے خلاف اور الیشور سے منکر یعنے دھریہ مذہب چلالیا"۔

اب ہم حیران ہیں کہ بابو صاحب کی تصدیق کریں یا آپ کے گرو سوامی جی کی۔ آپ کہتے ہیں کہ بودھ کے اصول وید پر مبنی ہیں۔ لیکن آپ کے بالکل برخلاف سوامی جی لکھتے ہیں کہ بودھ نے ویدوں کو دیکھا۔ نہ سنا۔ اور نہ کسی عالم سے پڑھا۔ پس ایسے شخص کے اصول کس طرح ویدوں پر مبنی ہو سکتے ہیں پھر آپ کہتے ہیں کہ بدھ ویدوں کے مصلح اور ریفارمر تھے۔ آپ کے برعکس سوامی جی لکھتے ہیں کہ بودھ ویدوں کی مذمت کرنے والا اور ایک علیحدہ ویدوں کے خلاف اور دھریہ مذہب چلالیا۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں بابو صاحب سوامی جی پر فتحی ستیہ جیسی بجیبیں نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہہ کر ٹال نہ دیں کہ سوامی جی کی تحقیقات محدود نہیں۔ اسی احتمال کے رفع کرنے کے لئے ہم ایک ایسے محقق کی کتاب سے اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے آپ نے "بودھ مذہب کا اثر مسیحی مذہب تک" نقل کیا ہے وہ محقق آر۔ سی دت مرحوم ہیں وہ اپنی کتاب "قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے دور چہارم صفحہ ۲۶ میں رقم فرماتے ہیں کہ:۔

"بدھ مذہب نے اسی زمانہ میں ایک فوری اثر ہندو مذہب پر ایسا ڈالا جو کسی طرح صفحہ دنیا سے محو نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ بدھ مذہب نے ویدوں کی اکبری کا سوال پیش کیا۔ اور چہ دور کا ہندو مذہب اور مستقبل زمانہ اگرچہ دونوں بالائے تمام ویدوں کی حرمت کرتے تھے پھر بھی اُن تصنیفات سے ایک کامل درجہ کی بیگانگی مترشح ہوتی ہے"۔

پس ایک موٹی سمجھ رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ جنمیں ایک کامل درجہ کی بیگانگی مترشح ہوتی ہو" وہ کس طرح متفق ہو کر باہم شیر و شکر ہو سکتے ہیں ناظرین! آپ دیکھتے ہیں کہ بابو صاحب کی مفروضہ زنجیر کے دو حلقوں کو ہم نے بیچوں بیچ سے منقطع کر دیا ہے جس سے بابو صاحب کا دعوے باطل ثابت ہو گیا۔

تحقیق کا اقتضا تو یہ تھا کہ بابو صاحب سب سے پہلے ذیل کی دو باتیں ثابت کرتے یعنے:۔

(۱) یہ کہ تاریخ سے ثابت کرتے کہ وید دنیا میں سب سے قدیم کتاب ہے۔

(۲) یہ کہ خود ویدوں ہی کی شہادت سے تاریخی بیان کو اور مستحکم کرتے۔

لیکن بابو صاحب کے لئے یہ کام بہت ہی مشکل بلکہ محال تھا چنانچہ انہوں نے نہ تو کوئی تاریخی ثبوت ویدوں کی قدامت پر لا سکا اور نہ خود ویدوں سے کوئی حوالہ دے سکا۔ بلکہ براہ راست خوشہ چینی اور آزادی سے فائدہ اُٹھا نے پر تل گئے۔

اور یہی شکایت ہے ہم کو اپنے قبلہ پادری صاحب سے کہ آپ نے بھی بابو صاحب کی روش پر چلکر ان دو اہم باتوں کو نظر انداز فرمایا۔ پس ان دو باتوں پر ہم کچھ لکھیں گے۔ لیکن کوئی نئی بات نہ لکھیں گے بلکہ وہی لکھیں گے جو کہ اپنی کتاب "تحقیق آریہ" میں لکھ چکے ہیں۔ وہ یہ ہے:۔

مرحوم آر۔ سی دت اپنی کتاب "ہندوستان قدیم کی کتاب اوّل کے باب اول صفحہ ۱۳ کے "ہندو آریہ لوگوں کا ترک وطن۔ اُن کا علم ادب" کی تحت میں کہتے:

"ہم محض اُن تمام اعتدال پسند متبین اصحاب کے خیال کا بیان اعادہ کرتے ہیں۔ جنکا مسلک یہ ہے کہ آریہ لوگوں کا ابتدائی گھر وسط ایشیا میں کسی نہ کسی مقام پر ضرور تھا۔ وہ اصل مباحث جن کی بنا پر یہ نتیجہ ڈھالا گیا ہے۔ پروفیسر میکس مولر نے اپنی ایک نئی تصنیف میں مجملاً درج کئے ہیں۔ جن کا اقتباس ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اولاً "ہم زبانوں کے ایسے دو چشموں کو رواں دیکھتے ہیں جن میں سے ایک تو ہندوستان کے جنوب مشرق کی جانب بہیں اترتا چلا جاتا ہے اور دوسرا یورپ کے شمال مغرب کی سمت بہتا نظر آتا ہے۔ وہ نقطہ جہاں یہ دونوں چشمے قدرتاً تقاطع کرتے میں ایشیا پر دلالت کرتا ہے"۔

ثانیاً "شائستہ زندگی کے سب سے ابتدائی مرکز ایشیا ہی میں خیال کئے جاتے ہیں"۔

ثالثاً "ہم اخیر زمانوں میں بڑی بڑی اخلاقی موجوں کو وسط ایشیا سے اُٹھتا اور یورپ میں پھیلتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ایسے ہی چوتھی اور تیرھویں صدی میں ہم ہن اور مغلوں کو قدم بڑھاتا ہوا پاتے ہیں"۔

رابعاً۔ اگر یہ جلاوطنی یورپ کی جانب سے ایشیا

کی طرف واقعہ ہوتی۔ خصوصاً اسکانڈے نیویا کی سمت سے تو ہم عموماً آریہ زبانوں میں ایک تعداد ایسے الفاظ کی قدرتاً پاتے جو بحری زندگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مگر یہ بات نہیں پاتے حالانکہ ہم علی العموم خاص خاص جانوروں اور پرندوں کے نام بھی دیکھتے ہیں چنانچہ ہم جانوروں کے نام کچھوا اور پرندوں کے نام دریا پاتے ہیں۔ مگر مخصوص طور پر مچھلیوں کے اقسام کی نسبت ہم کو کوئی نام نظر نہیں آتا۔ اور کوئی اسم کل مچھلیوں کے متعلق ہماری آنکھ سے گذرتا ہے۔ قطع نظر اس کے ہم کوئی نام سمندر کا بھی نہیں پاتے

پھر آگے چلکر اسی باب کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

"آریائی شاخ نے جنوب کی جانب کوچ کیا۔ اور پروفیسر میکس مولر کے گمان کے موافق وہ کوہ ہندو کش وغیرہ تقسیم شدہ سندھ ایرانی پنجاب میں انڈس تک آ کر ٹھہر گئے...... جنوب مشرقی آریہ سنسکرت یا شاید سے بھی زیادہ پہلے کی کوئی بولی بولتے تھے...... یہی وہ ویدوں کے پڑھنے والے ہندو آریہ ہیں جنہوں نے اس کتاب کے منتروں کو جو رگوید کے نام سے مشہور ہے تصنیف کیا تھا۔"

پروفیسر میکس مولر اور آر سی دت کی تحقیقات کی رو سے ذیل کی باتیں نتیج ہوتی ہیں۔ (باقی آئندہ)

راقم سلطان محمد پال۔ ہیڈ مولوی۔ [illegible]

دستور العمل نور افشاں

قیمت سالانہ [illegible] بغیر محصول ڈاک [illegible]

ہندوستان و پنجاب [illegible]

غیر ممالک [illegible]

قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جاوے گی۔

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالتمام
کالم کا آٹھواں حصہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ہر ایک دفعہ کے لئے فی سطر [illegible] ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا۔

نوٹ۔ نامہ نگار اپنی تحریروں کے آپ ذمہ وار ہیں۔

پادری ای۔ ایم ویری صاحب ڈی ڈی ایڈیٹر و مینیجر نور افشاں کے لئے مشن پریس لودیانہ میں باہتمام [illegible] چھپا۔